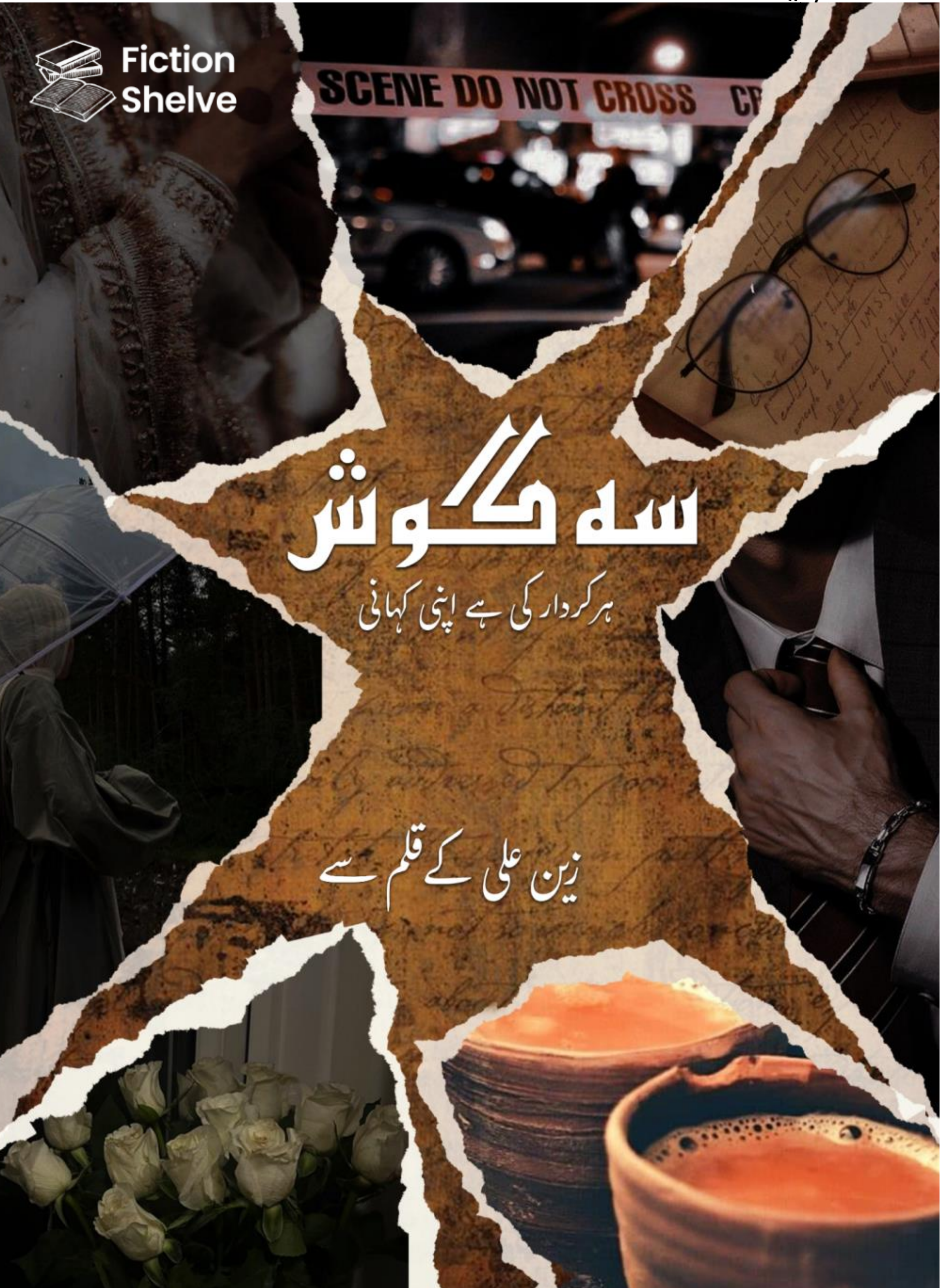
Fiction Shelve
SCENE DO NOT CROSS CR
سرگوش
ہر کردار کی ہے اپنی کہانی
زین علی کے قلم سے

سہ گوش از زین علی

قسط نمبر 03:

شروع شروع میں محبت رنگین لگتی ہے
دھیرے دھیرے ہوتی ہے زندگی بے رنگ

کمیل نے آج ناشتہ نہیں کیا تھا اور جب لنچ پہ نیچے آیا تو چچی کچن میں بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھیں۔ صلومی اپنے کمرے میں بیٹھی کوئی ڈائجسٹ پڑھنے میں مصروف تھی۔ موسم دیکھا جائے تو وہ بہت خوشگوار تھا۔ کل رات چند گھنٹوں تک بارش بھی ہوتی رہی تھی۔

آسمان پر ہلکے ہلکے بادل ابھی بھی تیر رہے تھے۔

"میں ناشتے کے لئے بلانے آئی تھی۔ تم سو رہے تھے تو میں نے اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ اب بیٹھو میز پہ۔۔۔ میں چائے اور بسکٹ لاتی ہوں۔" چچی نے اسے کچن

کے دروازے کے قریب کھڑے دیکھا تھا۔

"شکریہ چچی جان۔۔۔آپ بہت اچھی ہیں۔"اس نے یہ پورے دل سے کہا تھا۔

چچی خوش ہو کر مسکرانے لگیں۔وہ باہر کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔

اس نے کالے رنگ کی پولو شرٹ اور ہم رنگ ٹراؤزر پہنا ہوا تھا۔

"کمیل۔۔۔"صلومی باہر نکلتے ہوئے بولی۔

"صلومی۔۔۔کوئی تمیز ہے یا نہیں۔۔۔کمیل بڑا ہے تم سے۔۔۔کمیل بھائی بولا کرو۔"چچی نے ٹوکا۔

صلومی شرمندہ ہوئی۔اس کے گال سرخ ہوئے تھے۔

بھلا وہ کیوں کہتی کمیل کو بھائی۔

"کوئی بات نہیں چچی۔۔۔صلومی تم مجھے کمیل کہہ سکتی ہو۔تین چار سال ہی چھوٹی ہو۔"کمیل نے اپنی ہنسی چھپاتے ہوئے کہا۔

کمیل کی اس بات سے وہ پھر سے مسکرانے لگی۔

"کیا بولنے لگی تھی۔بات پوری کرو۔"کمیل بولا۔"کچھ دکھانا چاہتی ہو؟"

"جی۔۔۔یہ دیکھیں۔۔۔"اس نے ڈائجسٹ اسکی طرف بڑھایا۔"یہ لائنز کتنی فنی ہیں۔"

دونوں وہ لائنز پڑھ کر ہنستے لگے۔کچن میں بیٹھی چچی انکو اس طرح ہنستا ہوا دیکھ ، ایک پل کیلیئے کسی گہری سوچ میں گم ہو گئیں تھیں۔

"یہ لو چائے۔"چچی نے چائے کا کپ کمیل سامنے رکھتے ہوئے کہا۔"اور یہ رہے بسکٹ۔"اسکے سامنے بسکٹوں کا ڈبہ رکھ دیا گیا۔

وہ بسکٹ چائے میں ڈبو کر کھانے لگا۔

صلومی اس ڈائجسٹ سے پڑھ کر کوئی غزل سنانے لگی۔

"کیسی لگی؟"

"ہوں۔ٹھیک ہے۔"کمیل نے سرسری سا تبصرہ کیا۔کمیل کے چہرے سے لگ رہا تھا جیسے اسے زیادہ پسند نہیں آئی تھی۔

"مجھے تو بہت پسند آئی ہے۔"

صلومی نے ڈائجسٹ کو بند کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اصل میں کلاسک چیزیں پسند ہیں۔یہ آج کل کے شاعروں کی طرح نہیں۔۔۔جو بس لکھ دیتے ہیں۔لکھنا،اپنے جذباتوں کو ظاہر کرنا ہے۔"وہ سمجھانے لگا۔"یاد ہے میں نے کہا تھا کوئی بھی لکھ سکتا ہے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں تھا کہ کوئی بھی اچھا لکھ سکتا ہے۔لکھ تو کوئی بھی سکتا ہے لیکن بہترین وہی لکھ سکتا ہے جسے شوق ہے،جس کے پاس جذبہ ہے۔"

"مطلب یہ غزل اچھی نہیں ہے؟"صلومی الجھن کا شکار لگ رہی تھی۔

"یہ اچھی ہے لیکن یہ اور اچھی ہو سکتی تھی۔" کمیل نے صلومی کو سمجھانے والے انداز میں بتایا تھا۔

"او اچھا۔۔۔اب سمجھی۔"وہ ہولے سے بولی۔

---☆☆☆---

علی کلاس سے نکلا تو روبی بھی اسکے پیچھے چلی آئی۔

"علی۔۔۔"روبی نے آواز لگائی۔آگے چلتا علی رکا اور مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

روبی ہمیشہ کی طرح پر سکون لگ رہی تھی۔

لیکن علی کے چہرے پر اکتاہٹ تھی۔

وہ اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے بات کرنے کے موڈ میں نہ ہو۔

وہ میرب سے جھگڑا کرنے کے بعد ایسا ہی کرتا تھا۔وہ کسی سے بھی پھر ٹھیک سے بات کرتا تھا نہ رویہ ٹھیک رکھتا تھا۔

یوں سمجھ لیں میرب کے لڑائی پوری دنیا ساتھ لڑائی۔مطلب میرب کے جھگڑے کے بعد اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔

"میرب۔۔۔دل کی بہت اچھی ہے بس اسکا غصہ۔۔۔وہ قابو نہیں کر پاتی۔"روبی اسکے سامنے جا کر رکی۔"اس سے جھگڑا نہ کیا کرو۔اسے پیار سے سمجھایا کرو۔تمہیں پتا بھی ہے اسکے ساتھ کیا کچھ ہوا ہے۔"

سچا دوست وہی ہوتا ہے جو ہمارے لئے ہماری وضاحت کرے، ہماری وکالت کرے۔

"تم اسکی وکالت نہ کرو۔یہ اسکا اور میرا معاملہ ہے۔تم مفت کی وکالت کر کے اسکی سائیڈ مت لیا کرو۔"وہ اسے سنا کر تیز تیز قدم بڑھاتا مخالف سمت چلا گیا۔

وہ اسے جاتا دیکھتی رہی۔

"یہ کم ہے کیا میرب سے۔" وہ بڑبڑائی تھی۔

---☆☆☆---

"تو آپ کرتے کیا ہیں۔۔۔آیان رضا۔" میرب بولی۔

"فیلمی بزنس اور آپ کیا کرتی ہیں۔" آیان نے پوچھا۔

"میں یونیورسٹی۔۔۔ابھی اسٹڈی کر رہی ہوں۔"

"میں آپکو کیسا لگا؟"

یوں لگ رہا تھا جیسے یہ کوئی انٹرویو ہو۔ میرب سوال کرتی تو وہ جواب دیتا، وہ سوال کرتا تو وہ جواب دیتی۔

آیان دلچسپی سے سوال جواب کر رہا تھا جبکہ میرب کے چہرے پر اکتاہٹ تھی۔

وہ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"شکل کے تو اچھے لگے لیکن میں کسی اور کو محبت کرتی ہوں۔ آپ شادی سے انکار کر دیں۔" میرب بولی۔ "آپ انکار کریں گیں تو آپکی عزت بھی قائم رہے

گی۔میں نے انکار کیا تو کیا سمجھے گے لوگ کہ ایک لڑکی نے انکار کر دیا۔"وہ بے باکی سے بولی تھی۔

آیان ہلکا سا ہنسا۔

"مجھے آپ کا یہ منہ پھٹ انداز اچھا لگا۔میں انکار نہیں کروں گا۔بلکہ میں ابھی جا کر رشتے کیلیئے ہاں کرنے والا ہوں۔اور میرب مرید۔۔۔شادی تو میں اب تم سے ہی کروں گا۔"وہ مسکرا رہا تھا۔"مجھے تم جیسی لڑکیاں ہی پسند ہیں۔ایسی لڑکیاں جو زندہ دل اور منہ پھٹ ہوں۔"اسکی آنکھوں میں چمک تھی۔

"کوشش کر لو۔"میرب نے جیسے چیلنج کیا تھا۔

"میرب۔۔۔"وہ بولتا بولتا رکا۔

"چلیں اندر سب انتظار کر رہے ہو گیں۔"میرب اٹھتے ہوئے بولی تھی۔

وہ بھی اسکے ساتھ کھڑا ہوا گیا۔

"چلو۔۔۔"وہ دھیرے سے بولا۔

اس لڑکی سے بھی کوئی محبت کرتا ہے؟آیان نے سوچا تھا۔

دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے لونگ روم میں داخل ہوئے۔

"ماما، بابا مجھے لڑکی پسند ہے۔" آیان نے بیٹھتے ہی اعلانیہ کہا۔

"منہ میٹھا کریں پھر۔۔۔ ہمیں تو لڑکا پہلے سے ہی پسند ہے۔" مرید صاحب نے بھی جیسے اعلان کیا تھا۔

میرب ایک طرف سن سی بیٹھی تھی۔ مہمانوں کے سامنے وہ لڑ سکتی تھی نہ کوئی بات کر سکتی تھی۔

وہ جتنی بھی مغرور یا بے پروا تھی۔ آخر وہ ایک لڑکی تھی۔

لڑکیاں جیسی بھی کیوں نہ ہو وہ زندگی کے اس اہم فیصلے کے آگے بے بس سی ہو جاتی ہیں۔

تنزیلہ سب کا منہ میٹھا کروانے لگی۔

کچھ دیر وہ سب باتیں کرتے رہے۔ مرید صاحب اور رضا صاحب منگنی کی ڈیٹ فائنل کر رہے تھے۔ آیان بھی انکی باتیں سن رہا تھا۔

کلثم میرب کے ساتھ بیٹھی اس سے بہت سی باتیں پوچھ رہی تھی۔ میرب بے دلی سے انکو جواب دے رہی تھی۔

مجبوری میں۔

تنزیلہ کچن میں تھی اور ملازمہ سے میز لگوا رہی تھی۔

تنزیلہ کے چہرے پر بھی سکون اور اطمینان تھا۔

شکر ہے اس لڑکی کا رشتہ طے ہوا۔ تنزیلہ نے سوچا تھا۔

کاش یہ لڑکا انکار کر دے۔ ابھی بھی وقت ہے انکار کر دو۔ میرب نے دل میں ہی التجا کی تھی۔ یا اللہ اس سے انکار کروا دے۔

---☆☆☆---

فلک اپنے آفس میں تھا جب مٹیار گل پوسٹ مارٹم رپورٹ لے کر آیا۔

فلک ہمیشہ کے طرح چست لگ رہا تھا۔ اسکے چہرے پر ہمیشہ والی سنجید گی تھی۔

فلک نے رپورٹ کھولی اور پڑھنے لگا۔ پڑھتے ہوئے وہ کافی حیران ہوا اور پریشان سا لگنے لگا۔

وہ کرسی سے اٹھا۔" مٹیار گل! چلو رپورٹ کی خبر ہمیں رانی نے والدین کو بتانی ہے۔"

"جی جناب۔" مٹیار گل چستی سے کھڑا ہو گیا۔

آخر کیا تھا اس رپورٹ میں؟

---☆☆☆---

تھانے کے کچھ فاصلے پر بنی شاندار حویلی کل رات کی طرح ویسے ہی شان سے کھڑی تھی۔

شازیہ بیگم اپنے کمرے میں الماری کھول کر بیٹھی تھیں۔انہوں نے اپنے سارے زیور نکال کر دیکھ لئے تھے۔انہیں پتا تھا وہ ہار رانی کے پاس تھا لیکن پھر بھی وہ اپنے دوسرے زیورات میں اسے تلاش کر رہی تھیں۔

"وہ رانی کو ہی دیا تھا۔" وہ اپنے زیور ڈبوں میں ڈال کر واپس رکھنے لگیں۔

"وہ مرنے سے پہلے میرا ہار واپس نہیں کر سکتی تھی کیا۔" وہ غصے سے بڑبڑائی۔

انسان کتنا خود غرض ہوتا ہے۔ ہمیں کسی کا دکھ نہیں ہوتا، ہمیں بس اپنی چیز، اپنے نقصان کا غم ہوتا ہے۔

لیکن شازیہ بیگم نے وہ ہار رانی کو دیا کیوں تھا؟

---☆☆☆---

ساغر نے سیاہ ٹراؤزر پہ گہری نیلے رنگ کی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ وہ اپنے کمرے سے نکلا تو سامنے چھوٹے سے لونگ روم میں اسکی امی بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔

اس گھر میں صرف دو لوگ تھے۔ چھ ماہ پہلے ساغر کے والد فوت ہو چکے تھے۔ تب ہی ساغر واپس اس شہر میں آیا تھا۔ اور واپس آتے ہی پرانی یادیں اسکو تنگ کرنے لگی تھیں۔ پچھتاوا، دکھ اور افسوس نے اسے گھیر رکھا تھا۔

"آؤ بیٹا۔۔۔ کیسے ہو۔" اسکی ماں نے اپنے پاس صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"بیٹا۔۔۔ میں تمہاری شادی کا سوچ رہی ہوں۔ تم ہاں کرو تو میں لڑکی تلاش کرنا شروع کر دوں۔"

وہ انکے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ سامنے ٹی وی کی طرف دیکھنے لگا۔

"امی۔۔۔نہیں مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔"

"ساغر بیٹا ایک سال سے تم یہی کہہ رہے ہو۔اب چھوڑو اس ضد کو۔"وہ دھیمے لہجے میں بولیں۔"شادی کرلو۔"

"اچھا امی سوچ کر بتاؤں گا۔"

وہ اٹھا اور گھر سے باہر نکل آیا۔رستم گلی میں آج کافی رونق تھی۔گلی میں بچے کرکٹ کھیل رہے تھے اور چند جوان لڑکے کھڑے گپیں مار رہے تھے۔

وہ قمر گھرانہ کے سامنے سے گزرتا ہوا تنزیلہ کے گھر کے سامنے رکا۔

"یہاں کیا کرنے آئے ہو۔"دل نے پوچھا تھا۔

"ویسے ہی آیا ہوں۔شاید وہ پھر سے آئی ہو۔"اس نے دل کو جواب دیا۔

"کتنی باد بتا چکا ہوں وہ اب تمہاری نہیں ہو سکتی۔۔۔تمہاری ماں شادی کا کہہ رہی ہے کرلو۔وہ بھی اپنی زندگی میں بہت آگے بڑھ چکی ہے اور اب تمہیں بھی بڑھ جانا چاہیے۔"دل نے اسے سمجھایا۔

"اچھا۔۔۔تم چپ کرو۔"اس نے دل کو جیسے ڈانٹا تھا۔

دل کی پکار سہم کر خاموش ہو گئی۔

وہ تنزیلہ کے گھر سے گزرتا ہوا سڑک پہ آگیا۔

"مجھے ایک بار اس سے بات کرنی ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

ہم کسی کو اپنی زندگی سے کیسے نکال دیتے ہیں اچانک۔ یہ ساغر جانتا تھا کیونکہ وہ تنزیلہ کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

---☆☆☆---

مرید ہاؤس میں آئیں تو مہمان کھانا کھا کر جا چکے تھے۔ منگنی کی تاریخ بھی مرید صاحب طے کر چکے تھے۔

"بابا مجھے لڑکا پسند نہیں آیا۔" میرب نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں یہ شادی نہیں کروں گی۔"

"خاموش! ایک لفظ نہ نکلے تمہارے منہ سے۔ تم نے جو مانگا نے میں نے ہمیشہ تمہیں دیا۔" مرید صاحب غصہ کم ہی کرتے تھے لیکن جب کرتے تو پورا گھر سہم جاتا تھا۔

"تمہاری منگنی کی تاریخ میں طے کر چکا ہوں۔تب تک اپنے دماغ کو سمجھا لو تو اچھا ہے۔جاؤ اپنے کمرے میں۔"

میرب خاموشی سے اپنے کمرے میں آگئی اور زور سے دروازہ بند کر کے چیخنے لگی۔

نیچے آئیں تو تنزیلہ اور مرید صاحب اپنے کمرے میں بیٹھے تھے۔تنزیلہ ابھی میز اور کچن صاف کروا کر آئی تھی۔

"تنزیلہ تم شاپنگ کر لینا باقی انتظام میں دیکھ لوں گا۔لان میں ہی تقریب کی جائے گی۔"وہ سنجیدگی سے بولے۔

"اچھا مرید۔۔۔میرب مان جائے گی۔۔۔یہ نہ ہو منگنی والے دن کوئی ڈرامہ کر دے۔"تنزیلہ کو فکر ہوئی۔

"نہیں کرے گی۔بے فکر رہو۔"مرید صاحب نے اسے تسلی دی۔

وہ اب اس معاملے کو ختم کرنا چاہتے تھے۔

---☆☆☆---

چودھری اپنے ملازموں کے ساتھ اپنے کھیتوں کا جائزہ لینے نکلا تھااور شازیہ بیگم گھر کے ملازموں سے حویلی صاف کروا رہی تھیں۔ہار کا غصہ بے چارے ملازموں پہ نکل رہا تھا۔

"بی بی جی پردے بھی آج ہی بدلنے ہیں۔"سکینہ نے صوفے پہ بیٹھی شازیہ بیگم سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔سارے پردے ساری چادریں آج ہی بدلنی ہیں۔"

"اچھابی بی جی!"وہ منہ بنا کر وہاں سے نکل گئی۔

"گڈی!کہاں ہو۔"شازیہ بیگم نے آواز لگائی۔

"جی بی بی جی!"گڈی بھاگتی ہوئی انکے پاس آئی۔

وہ گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔

"کوئی کام تھا بی بی جی۔"

"ہاں گڈی۔۔۔رانی کی بہن مریم سے ملنا چاہتی ہوں۔اسکو لے کر آؤ گی۔"

"جی بی بی! رانی کی لاش ہسپتال سے انہیں مل گئی ہے شام کو جنازہ ہے اسکا۔ میں کل بلاؤں گی اسکو۔"

"ٹھیک ہے گڈی جاؤ اپنا کام کرو۔"

گڈی دوبارہ واپس اپنا کام کرنے چلی گئی۔

"مجھے جانا چاہیے رانی کے گھر افسوس کرنے۔" شازیہ بیگم نے خود سے ہی کہا تھا۔

"اور ہار کا بھی پوچھ لوں گی۔ ہاں! جانا چاہیے۔"

---☆☆☆---

شام ہو چکی تھی۔ رانی کے بے جان جسم کو دفنا دیا گیا تھا۔ اس وقت گھر میں گاؤں کی بہت سی عورتیں بیٹھی رانی کی ماں سے افسوس کر رہی تھیں۔

شازیہ بیگم کو کرسی دی گئی تھی بیٹھنے کیلئے۔ مریم انکے ساتھ ایک چارپائی پہ بیٹھی تھی۔

رانی کا چہرہ اترا ہوا تھا۔

اسکی بہن اس کے ساتھ اب کبھی بات کر پائے گی نہ ہنس پائے گی۔ وہ اپنی بہن کے ساتھ نہ کھیتوں میں کھیل پائے گی نہ اسکے ہاتھ کا سالن روٹی کھا سکے گی۔

یہ دنیا کتنی ظالم ہے نا کسی کا قتل کرنے سے پہلے سوچتی بھی نہیں کہ اس ایک شخص کا قتل کتنے لوگوں کو مار دے گا۔

انسان زندہ تو رہتا ہے لیکن اپنوں کے بغیر جینا پھر کسی سزا سے کم نہیں لگتا۔

"سنو مریم۔۔۔رانی نے کسی ہار کی کا ذکر کیا کبھی تم سے؟"

"نہیں۔۔۔" وہ مختصر جواب دے کر وہاں سے اٹھی۔ اسے امی کی آواز آئی تھی۔

گھر کے باہر مرد بھی رجب سے اس افسوناک حادثے کا افسوس کر رہے تھے۔ شفیق اور حسان بھی پاس کھڑے تھے۔

شفیق کے چہرے پر غم نمایاں تھا۔ اسے رانی کے قتل کا بہت افسوس ہوا تھا۔

احسان کا چہرہ بھی لٹکا ہوا تھا۔

اس کی محبت اس دنیا سے جا چکی تھی لیکن یہ بات کوئی نہیں جانتا تھا۔

اسے یہ غم اکیلے ہی برداشت کرنا تھا۔

فلک اور مٹیار گل بھی جنازے میں شامل ہوئے تھے۔

"رجب ہمیں کچھ بات کرنی ہے۔ تم کل صبح تھانے آجانا۔" فلک نے کہا۔ "کچھ اہم معلومات ہے۔"

"ٹھیک ہے صاب۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا اور دوسرے مردوں کی بات سننے لگا۔

"چلو مٹیار گل ہم چلتے ہیں۔"

وہ دونوں واپس تھانے آ گئے۔

"جناب۔۔۔رپورٹ میں کیا تھا؟" فلک کرسی پہ بیٹھا گہری سوچ میں کھویا تھا جب گل کی آواز اسے سنائی دی۔

"کل معلوم ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے جناب۔" مٹیار گل نے سمجھنے والے انداز میں کہا۔

وہ بات تو آج ہی کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے سوچا رانی کا جنازہ ہو جائے پھر انکو تھانے ہی بلا لوں گا۔

---☆☆☆---

میرب نے کل غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد لیب ٹاپ سے نیا فون آرڈر کر دیا تھا جو کہ آج سے مل چکا تھا۔اس نے اپنی پرانی سم نئے فون میں لگائی۔

"ہیلو۔"ایک نامعلوم نمبر سے اسے میسج موصول ہوا۔

وہ اس نامعلوم نمبر کو دیکھ کر الجھن کا شکار ہوئی۔

"کون؟"اس نے تیزی سے ٹائپ کیا اور سینڈ کا بٹن دبا دیا۔

کچھ دیر بعد "ٹوں" کی آواز سنائی دی۔اس نے موبائل کی سکرین روشن کی۔

ایک نیا میسج موصول ہوا تھا۔اس نے واٹس ایپ کھولا۔

"میں آیان۔۔۔ہم لنچ پہ مل چکے ہیں؟"

میرب کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ آئی۔

"تم نے اس رشتے سے انکار کیوں نہیں کیا۔"اس نے جواب میں لکھا۔جواب جو کہ ایک سوال تھا۔

ٹوں۔ایک اور میسج۔

"منع کیوں کرتا تم سے پہلی نظر والا پیار ہو گیا ہے۔میں امی سے بات کروں گا کہ آپکے فادر سے منگنی پہ ہی نکاح کرنے کی بات کریں۔"

وہ میسج پڑھ سکتے میں رہ گئی۔اس نے جواب نہیں دیا اور فون پاور آف کر دیا۔

"نکاح۔۔۔کیا سچ میں !" وہ بڑبڑائی۔

اسکی پریشانی مزید بڑھ گئی۔لیکن وہ تو علی سے محبت کرتی ہے وہ اس انجان لڑکے سے شادی کیوں کرے گی۔

---☆☆☆---

کمیل آج دوپہر کے کھانے کے بعد سارا دن باہر رہا تھا۔شاید وہ کسی دوست کے ساتھ تھا۔شام ہونے سے پہلے گھر پہنچا تھا اور تب سے وہ اپنے کمرے میں ہی تھا۔

وہ اپنے موبائل میں سر دے کر بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا جب صلومی کمرے میں داخل ہوئی۔

"دستک کر لیا کرو۔" کمیل نے نرمی سے کہا۔

صلومی شرمندہ سا ہو کر واپس مڑنے لگی۔

"آجاؤ اندر اب۔"اس نے موبائل ایک طرف ڈالا۔

"میں بس ایسے ہی کہہ رہا تھا۔"

کمیل سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

صلومی آکر بیڈ پہ بیٹھ گئی۔وہ دونوں تھوڑے سے فاصلے پہ ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔

"آیان کی منگنی ہے۔"وہ بولا۔"فیس بک سے پتا چلا۔۔منگنی کی تقریب ایک ہفتے بعد ہے۔"

"اچھا۔۔ہم نے کون سا جانا ہے اور ویسے بھی ہمیں وہ کون سا دعوت دے گیں۔"صلومی بولی۔"خیر آپکو تو وہ بلائے گا ہی۔"

صلومی نے ایک نظر اسے دیکھا۔اسکا دل تیزی سے دھڑکا۔

تیزی سے دل دھڑکنا محبت کا سائیڈ افیکٹ ہے یہ۔جب کسی سے محبت ہونے لگتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے لیکن صلومی اس بات سے انجان تھی۔

"شاید نہیں۔۔ہماری آخری ملاقات کوئی خاص خوشگوار نہیں تھی۔"کمیل نے یاد کرتے ہوئے بتایا۔"یہاں آنے سے ایک دن پہلے ملا تھا میں اس سے۔"

"اچھا۔۔۔" وہ بات بدلنے کیلئے بولی۔

"آپ کتابیں پڑھتے ہیں۔"

"ہاں کبھی کبھی۔۔۔جب وقت ملے یا جب کوئی اچھی کتاب مجھے تحفے میں دے۔"

"تحفے میں۔" وہ الجھن کا شکار ہوئی۔

"ہاں جب ہمیں کوئی کتاب گفٹ کرتا ہے تو گفٹ دینے والا انسان ہم میں کوئی تبدیلی چاہتا ہے۔یونو کتابیں سوچ بدل دیتی ہیں۔عادتیں بدل دیتی ہے ایک اچھی کتاب۔اس لئے جب کوئی مجھے کتاب گفٹ کرے میں اسکو ضرور پڑھتا ہوں۔"

صلومی مسکرا کر اسے سن رہی تھی۔یہ کتنا اچھا بولتا ہے نا۔صلومی نے سوچا تھا۔

"اچھی کتاب برے وقت میں ساتھ دیتی ہے۔ایک اچھی کتاب بہت سے مسئلوں کو حل کر سکتی ہے۔"

"کس طرح کی کتابیں اچھی لگتی ہیں آپکو۔"

"ناولز۔۔۔لمبے لمبے طویل قسم کے ناول مجھے بہت پسند ہیں۔"

"ہوں۔۔۔مجھے رومانی ناول بہت پسند ہیں۔" صلومی نے اپنی پسند بتائی۔

"اچھا کسی دن چلیں گیں۔ ناولز خریدیں گے ایک جیسے اور پھر بڑی ریڈنگ
کرے گے ساتھ میں۔۔۔اوکے؟"

اس نے صلومی کو ایک نظر دیکھا۔

یہ کتنی پیاری ہے۔۔۔ماشاءاللہ۔ کمیل نے دل میں ہی سوچا تھا۔

"جی ضرور۔ اچھا میں چلتی ہوں۔ کچھ دیر تک کھانا تیار ہو جائے گا۔ میں کھانے کا ہی
بتانے آئی تھی۔"

وہ بتا کر نیچے چلی گئی۔

"بیٹھ جاتی تو ہم اور باتیں کرتے۔" وہ اسے جاتا دیکھ بڑبڑایا تھا۔

اس نے اپنا ہاتھ دل پہ رکھا۔ "تم تو قابو میں رہا کرو۔ اسے دیکھتے ہی تیز دھڑکنا
شروع کر دیتے ہو۔" اس نے جیسے دل کو ڈانٹا تھا۔

مطلب کمیل کی زندگی میں محبت نامی چڑیا آچکی تھی۔

لگتا ہے ہماری کہانی میں کوئی نیا موڑ آنے والا ہے۔

---☆☆☆---

"میرب اس وقت کہاں جا رہی ہو؟" تنزیلہ لان سے اندر آ رہی تھی جب اس نے میرب کو مین گیٹ سے نکلتے ہوئے دیکھا۔

میرب نے سیاہ رنگ کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی اور گلے میں چھوٹا سا سٹالر پہنا ہوا تھا۔

"دوست کی طرف۔" اسکے کندھے پہ بیگ لٹکتا ہوا تنزیلہ دیکھ چکی تھی۔

وہ چھوٹا سا کپڑے کیری کرنے والا بیگ تھا۔

میرب کے چہرے پہ غیر معمولی پریشانی واضح دیکھی جا سکتی تھی۔

"کار لے جاؤ اپنی۔" اس نے مشورہ دیا۔

تنزیلہ نے اسے غور سے دیکھا۔

"نہیں میں نے ٹیکسی منگوائی ہے۔" وہ اتنا کہہ کر گیٹ کھول کر نکل گئی۔

"ہوں۔۔۔ٹھیک ہے۔" وہ جیسے خود سے ہی کہہ رہی تھی۔

میرب تو اپنی کار کے بنا کہیں بھی نہیں جاتی۔ تنزیلہ کو ایک منفی وائب محسوس ہوئی تھی۔

اس نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ کالے بادل چھائے ہوئے تھے۔

شاید آج رات بارش ہو۔

---☆☆☆---

میرب ٹیکسی سے اتری۔ وہ علی کے ہاسٹل آئی تھی۔ اسکے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔

بادل آسمان پہ پوری طرح چھا چکے تھے۔

"ہیلو۔۔۔ میں باہر ہوں۔ تم باہر آ سکتے ہو۔" علی نے کال اٹھالی تھی۔ "پلیز نیچے آؤ۔"

تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد علی اسے باہر آتا دکھائی دیا۔

میرب کے چہرے پر پریشانی تھی۔

"کیا بات ہے؟" وہ گمبھیر لہجے میں بولا۔

یہ اس وقت کیوں آئی ہے یہاں۔ علی نے سوچا تھا۔

"علی۔۔۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ "علی چلو بھاگ چلیں۔۔۔ بابا نے میری منگنی کہیں اور طے کر دی ہے اور وہ اس فیصلے کو اب رد نہیں کرے گیں۔" وہ تیز تیز بولتی اسے جیسے سمجھا رہی تھی۔ "ہم تمہارے گاؤں چلے جائیں گے۔ نکاح کر لیتے ہیں۔"

میرب کی لہجے میں جلد بازی تھی۔

"کیا۔۔۔" علی اس بات سن کر حیران رہ گیا تھا۔

اسے امید نہ تھی اچانک وہ ایک دن یہ بات کر دے گی۔

"چلو بھاگ چلیں۔" میرب تیزی سے بولی۔

وہ علی کو امید بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی جبکہ علی حیران سا کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"پلیز۔۔۔ ہمیں ابھی نکلنا ہو گا۔"

علی نے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

"شٹ اپ!" وہ غصے سے چیخا۔ "میں نہیں جا رہا کہیں تمہارے ساتھ۔۔ تمہاری محبت ایسی ہے کہ اپنے باپ کو چھوڑ آئی ہو۔ کسی دن تم مجھے بھی ایسے ہی چھوڑ کر بھاگ جاؤ گی۔"

علی کو یک دم غصہ آگیا تھا۔ یہ کئی دنوں کا غصہ تھا جو آج نکلنے والا تھا۔

وہ غصے سے دو قدم پیچھے ہٹا۔

میرب نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔ یہ میری محبت کو اتنا سستا سمجھ رہا ہے یا شاید ایسا ہے بھی۔

میں اپنے باپ کی عزت کا سوچے بنا اسکے پاس آئی ہوں اور یہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہ سب میرب کے ذہن میں آیا تھا۔

بادل گرجے اور بارش ہونے لگی۔ وہ دونوں بھیگنے لگے۔ میرب کے کندھے پہ لٹکتا بیگ زمین پہ گر گیا۔

"نہیں! میں تم سے پیار کرتی ہوں علی۔۔۔پلیز میری بات سنو۔"میرب کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔"سوری میں ہمیشہ غصہ کرتی ہوں لیکن میں تم سے پیار کرتی ہوں۔"

وہ اپنی محبت کا یقین دلانا چاہتی تھی۔وہ اپنا گھر اسکی محبت میں چھوڑ کر آئی لیکن علی اسے کیا کہہ رہا تھا۔

میرب نے کبھی یوں اظہارِ محبت نہیں کیا تھا لیکن آج وہ کر رہی تھی۔وہ اسے اپنی محبت کا یقین دلانا چاہتی تھی۔

"واپس چلی جاؤ میرب۔۔۔اب میرے دل میں تمہارے لئے سوائے ترس کے کچھ نہیں آرہا۔"وہ غصے سے کہہ کر مڑا اور ہاسٹل کے گیٹ کی طرف چلنے لگا۔

"رکو!"میرب اسکے پیچھے لپکی۔اس نے اسکا بازو پکڑ کر اسکا رخ موڑنا چاہا۔

چٹاخ۔

بارش کی آواز میں تھپڑ کی آواز سہم کر رہ گئی تھی۔علی نے میرب کے منہ پہ تھپڑ مارا تھا۔اس میرب کے منہ پہ جسے کو بہت پیار کرتا تھا۔

میرب نے اپنے گال پر ہاتھ کر تھپڑ کے درد کو محسوس کیا۔

گال کی رنگت سرخی مائل سی ہو گئی تھی۔

"میرب چلی جاؤ۔" وہ دانت پیستے ہوئے دباد باسا چلایا اور مڑ کر ہاسٹل کا گیٹ پار کر گیا۔

محبت بے رحم ہے۔

وہ وہی زمین پہ بیٹھتی چلی گئی۔ آنسو نکل کر بارش کے پانی کے ساتھ بہہ رہے تھے۔ وہ کچھ دیر وہیں گم صم بیٹھنے کے بعد اٹھی۔

جو ہم سے محبت کرتے ہیں

وہ ہمارے لئے خود کو ہم سے دور کرتے ہیں

علی شاید یہ سب محبت میں کر رہا تھا یا شاید اسکے دل میں میرب کیلئے ترس کے علاوہ باقی کچھ نہ تھا۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلتی ہوئی اپنے بیگ تک آئی، بیگ اٹھایا اور چلنے لگی۔ وہ بارش میں پوری طرح بھیگ چکی تھی۔

اس نے بیگ سے موبائل نکالا اور ٹیکسی بلالی۔ دس منٹ بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھی بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔

اس نے گال پر ہاتھ رکھ کر علی کی انگلیوں کے نشانوں کو محسوس کرنا چاہا۔ علی نے اسی گال پر تھپڑ مارا جسے وہ پیارا کہا کرتا تھا۔

وہ گھر پہنچی تو سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئی۔ تنزیلہ نے اسے اس حالت میں دیکھ لیا تھا۔ کمرے میں آتے ہی اس نے کپڑے بدلے اور سونے کے لئے لیٹ گئی۔

"میں اب تم سے کبھی بات نہیں کروں گی علی۔" وہ رو رہی تھی۔ "مجھے لگا تم مجھے سمجھو گے لیکن تم محبت نہیں کرتے مجھ سے۔"

وہ خود سے ہی کہے جا رہی تھی۔

"میں بھی تم سے محبت نہیں کرتی۔" آنسو بہہ رہے تھے اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ "مجھے بھی محبت نہیں ہے۔"

"نہیں نہیں! میں کرتی ہوں محبت۔ اور یہ حقیقت بدل نہیں سکتی۔" وہ چیخی۔

یہ سب اتنی جلدی میں ہوا تھا کہ وہ ٹھیک طرح سے سوچ پا رہی تھی نہ سمجھ رہی تھی۔

---☆☆☆---

علی اپنے کمرے میں آیا تو شدید غصے میں تھا۔

اس نے گملا اٹھا کر زمین پہ دے مارا۔ گملا چھن سے ٹوٹا اور مٹی اور کانچ کمرے میں پھیل گیا۔

"یہ کیا سمجھتی ہے جب یہ چاہے بات کرے گی۔ جب یہ چاہے گی میں ملوں اور اب تو حد کر دی بھاگنے کا کہہ رہی تھی۔" وہ غصے میں تھا۔ "شکر ہے جان چُھوٹے اس سے۔۔۔ اچھا ہے اسکی شادی ہو رہی ہے."

غصہ ٹھنڈا ہوا تو وہ لباس بدل کر کمرے میں پھیلے کانچ اور مٹی کو صاف کرنے میں لگ گیا۔

کیا اس نے ٹھیک کیا تھا؟

---☆☆☆---

مسلسل ایک کہانی سنائی جاتی ہے

فلک اپنے کوارٹر میں لیٹا رانی قتل کیس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ گہری سوچ میں کھویا تھا جب اس کے دماغ کی گھنٹی بجی۔ کیس میں ایک اور کڑی جڑی تھی۔

جلد ہی یہ معاملہ حل ہو جانے والا ہے۔ ایسا فلک نے سوچا تھا۔

کہانی محبت کی، کہانی نفرت کی

ساغر کرسی پہ بیٹھا میز پہ رکھے خط دیکھ رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔

اس نے ایک خط کھولا۔

تنزیلہ کی لکھائی۔

کبھی کبھی ہم ماضی سے نہیں نکل پاتے اور کبھی کبھی بچھڑے ہوئے لوگوں کی یادیں ہمیں ماضی سے نکلنے نہیں دیتیں۔

کہانی فیصلوں کی، اور انکے انجاموں کی

سہ گوش
(از زین علی)

تنزیلہ لونگ روم میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ گھڑی رات کے آٹھ بجا رہی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر میرب کے کمرے کی طرف دیکھا۔ میرب اپنے کمرے میں رو رو کر کب کی سو چکی تھی۔

تنزیلہ اس سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن اسے ڈر تھا کہیں میرب لڑنا نا شروع کر دے۔

کبھی کبھی یہ ڈر ہمیں ہمارے اپنوں کے قریب بھی نہیں جانے دیتا۔

کہانی اپنے حصے کی، کہانی دوسرے حصوں کی

بارش کی وجہ سے انہوں نے میز کچن میں ہی لگا لی تھی۔ چچی کمیل کو روٹی دے رہی تھی اور صلومی ہنس ہنس کر کوئی بات بتا رہی تھی۔

کمیل کے چہرے پر خوشی اور سکون کے ملے جلے تاثرات تھے۔

یہ لوگ اس کے اپنے تھے۔

کہانی ہماری، کہانی تمہاری

روبی بیڈ پہ بیٹھی کاشف سے کال پہ کسی بات پہ بحث کر رہی تھی۔ کبھی خاموش ہو کر اسکی بات سننے لگتی اور کبھی اسے ٹوک کر اپنی سنانے لگتی۔

"یار تم آجاؤ نا ملنے۔"

"نہیں آسکتا۔۔۔ مصروف ہوں۔" کاشف کی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

---☆☆☆---

اگلی صبح فلک تیار ہو کر تھانے پہنچا تو رجب اسکا انتظار کر رہا تھا۔

"سلام سرکار۔" رجب نے کرسی سے اٹھتے ہوئے سلام کیا۔

"رجب آجاؤ اندر۔" فلک اپنے آفس میں چلا آیا۔ مٹیار گل اور رجب بھی پیچھے پیچھے اندر چلے آئے۔

"بیٹھو۔" فلک نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ "اب میں جو بتانے جا رہا ہوں، میں چاہتا ہوں وہ سب تم حوصلے سے سنو۔"

رجب کے تاثرات بدلے۔

"رانی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ مل گئی ہے۔۔۔رانی کے ساتھ تین لوگوں نے گرو عصمت دری کی ہے۔اور جب وہ مر گئی تو اسے ندی کے پاس پھینک دیا گیا۔اسکے ساتھ یہ سب اسے بے ہوش کرنے کے بعد ہوا اور جب اسے ہوش آئی ہو گی اس نے خود کو بچانے کی کوشش کی ہو گی۔۔۔تو ان لوگوں نے دوبارہ اسے بے ہوش کر دیا۔اسطرح رانی بیہوشی کے عالم میں ہی دم توڑ گئی۔اسے بے ہوش کرنے کیلیئے منشیات دیے گئے تھے۔ہائی ڈوز۔بار بار۔"

"کیا کیا ان لوگوں نے؟"رجب کو جیسے سمجھ نہیں آئی تھی۔اسے بس رانی دم توڑ گئی والی بات سمجھ آئی تھی۔کیسے مری وہ یہ بات نہیں سمجھ پایا تھا۔

رجب کے چہرے پر غم تھا اور آنکھوں میں رانی کے قاتلوں سے بدلہ لینے کی چاہت۔

"آسان لفظوں میں سمجھاتا ہوں۔۔۔رانی کے ساتھ تین لوگوں نے جنسی زیادتی کی۔۔۔اور وہ بے ہوشی کی حالت میں ہی مر گئی۔اسے بے ہوش کرنے کیلیئے کوئی نشیلی چیز دی گئی تھی۔"

"کیا!" رجب کی آواز حلق میں اٹک گئی۔"میری رانی کے ساتھ اتنا ظلم ہوا۔"

رجب یہ سن کر جیسے گہرے صدمے میں چلا گیا تھا۔اسکا سانس جیسے اٹک سا گیا تھا۔

"حوصلہ رکھو رجب۔ ہمیں دو لوگوں پہ شک ہے جلد ہی وہ حوالات میں ہو گیں۔" فلک نے پانی کا گلاس رجب کی طرف بڑھایا۔

رجب نے گلاس پکڑ کر لبوں سے لگایا اور ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گیا۔

یہ سن کر اسکی آنکھوں میں نمی آگئی تھی اور آنکھیں اندر سے سرخ اور گرم ہونے لگیں تھیں۔

"میری رانی کے ساتھ ظلم ہوا ہے۔" وہ صدمے کی حالت میں اٹھا وہ باہر کی طرف جانے لگا تھا کہ غش کھا کر نیچے زمین پہ گر گیا۔

فلک اور گل اسکی طرف لپکے۔گل نے اسکے منہ پہ پانی کے چھینٹے مارے۔ہوش میں آجانے کے بعد اسے گھر بھیج دیا گیا۔

"یہ بات میری بڑی (بیوی) کو نہ دسنا (بتانا) صاب جی۔" رجب جاتے ہوئے کہہ کر گیا تھا۔

وہ بے آواز آنسو بہاتے گھر کی طرف چل دیا تھا۔

یہ خوفناک حقیقت اگر رانی کی ماں کو پتا چلی تو وہ بھی مر جائے گی۔ یہ رجب نے سوچا تھا۔

---☆☆☆---

تنزیلہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی شیشے میں اپنا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ وہ بدل چکی تھی، وہ پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔

مرید صاحب بیڈ پہ بیٹھے کلائی پہ گھڑی باندھ رہے تھے جب دروازے پہ دستک ہوئی۔

"آجاو۔" وہ بولے۔

دروازہ کھلا اور میرب اندر چلی آئی۔

"بابا میں اس منگنی، اس رشتے کیلئے تیار ہوں۔" میرب نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"آپ جس سے چاہے میری شادی کروادیں۔"

میرب کے چہرے پر کوئی نشان نہیں تھا۔یہ میک اپ کا کمال تھا جس سے ہمارے چہروں کی حقیقتیں بدل جاتی ہیں۔

"ادھر آؤ۔" مرید صاحب نے اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ "مجھے پتا تھا تم میری عزت، میری زبان کا مان رکھو گی۔"

انہوں نے میرب کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

"میرا پیارا بچہ۔" مرید صاحب نے سکھ کا سانس لیا۔

میرب ہلکا سا مسکرا دی۔

"جی۔۔۔" اسے گزری ہوئی رات یاد آئی۔ایک پل کیلئے وہ رکی۔ "بابا۔۔۔میں آیان سے مل سکتی ہوں؟"

"ہاں مل لینا۔۔۔ لنچ پہ چلی جانا اسکے آفس۔" مرید صاحب نے کہا۔

"نہیں بابا آفس نہیں باہر کہیں ملنا چاہتی ہوں۔آپ نے اجازت دے دی ہے نا۔۔۔میں اسکو کال کر کے بلا لوں گی۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" انکے لئے یہ بھی کافی تھا کہ وہ اس رشتے کیلئے مان گئی تھی۔

تنزیلہ خاموش بیٹھی سن رہی تھی۔وہ ہمیشہ ایسے ہی ظاہر کرتی تھی جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

---☆☆☆---

کمیل گلی میں تھا جب ایک جانا پہچانا لڑکا اسے وہاں سے گزرتا ہوا دکھائی دیا۔

"کیا نام تھا۔۔" وہ شاید اس لڑکے کو جانتا تھا۔"ہاں۔۔۔ساغر۔۔۔" وہ بڑبڑایا۔

"ساغر!" اس نے آواز لگائی۔

لڑکے نے اسکی طرف منہ موڑا۔وہ ساغر تھا۔

وہ قدم قدم چلتا کمیل کے قریب آیا۔

"کافی عرصے بعد نظر آئے ہو۔۔۔میرے مسافر مددگار۔" ساغر نے بھی کمیل کو پہچان لیا تھا۔"کیسے ہو کمیل۔یہاں کیسے؟ کوئی رہتا ہے یہاں تمہارا۔"

ساغر کمیل کو رستم گلی میں دیکھ کر حیران تھا۔

"ہاں یہ میرے چچا کا گھر ہے۔تم بتاؤ تم یہاں کیسے؟"

میرا گھر بھی اسی گلی میں آگے کر کے ہے۔"اس نے بتایا۔

"میں نے نمبر دیا تھا اپنا تم نے کبھی رابطہ ہی نہیں کیا۔اپنے مددگار کو ایک کال تک نہیں کی شکریہ کرنے کیلئے۔" کمیل نے مصنوعی ناراضگی سے کہا۔

"یار۔۔۔اچھا شکریہ !اور معزرت۔"

"اب کیا فائدہ۔" کمیل نے مصنوعی ناراضگی دکھاتے ہوئے کہا۔"کہہ کر شکریہ لیا تو اس میں کیا مزہ۔"

"چلو۔۔۔چائے پلاتا ہوں۔"ساغر نے کمیل کا بازو پکڑا اور اسے کھینچ کر اپنے ساتھ لے گیا۔

وہ دونوں محلے کے بہترین چائے والے کے پاس بیٹھے تھے۔چائے کے کپ دونوں کے ہاتھوں میں تھے۔ساغر اسے کوئی بات سنا رہا تھا اور وہ ہنستا مسکراتا سن رہا تھا۔

ساغر اور کمیل ایک دوسرے کو جانتے تھے۔

زندگی میں ایسے حسین اتفاق بھی ہو جایا کرتے ہیں۔

---☆☆☆---

"کاشف یار۔۔۔ سنو تو۔" روبی کاشف کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔

"روبی۔۔۔ کتنی بار کہہ چکا ہوں میں فری نہیں ہوں آج۔ کیوں تنگ کر رہی ہو۔"

اس نے دبے دبے غصے سے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے!" وہ پیر زمین پہ مارتی ہوئی مڑی۔

کاشف نے اسکا بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔

وہ بولنے کیلئے منہ کھولنے ہی والا تھا کہ روبی بولی۔ "مجھ سے شادی کر لو۔"

کاشف کو اس بات کی توقع نہیں تھی۔ اس نے ایک دم بازو چھوڑا۔

"شرم کرو بے حیا لڑکی۔"

"شرم ہی تو نہیں آتی۔" روبی ہنسنے لگی۔ "کروں نا اپنی امی سے بات یار۔"

"میں تم جیسی بے وقوف اور بے شرم لڑکی شادی نہیں کر سکتا۔" اس نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔ "چلو شاباش اب! اور بھائی بولا کرو مجھے۔"

وہ بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ چھپا رہا تھا۔

"توبا توبا۔۔۔ تم میرے بھائی نہیں ہو۔ اتنا ہی شوق ہے تو خود بہن بہن کیا کرو۔"

"اچھا میں چلتا ہوں۔" وہ کیسے کہہ دیتا بھن۔ "بائے!"

"ہاں بائے۔" وہ منہ بنا کر رہ گئی اور کب کا جا چکا تھا۔

"مرتا ہے یہ بھی مجھ پر لیکن کہتا کیوں نہیں۔" روبی نے دل میں ہی سوچا تھا۔

---☆☆☆---

"مجھے آج امی کی طرف جانا ہے۔" اس نے میسج ٹائپ کیا اور مرید صاحب کا بھیج دیا۔

"اوکے چلی جانا۔" جواب موصول ہوا۔

وہ الماری سے کپڑے نکال کر باتھ میں گھس گئی۔ فریش ہو کر جب نکلی تو میرب بیڈ پہ بیٹھی ہوئی تھی۔

"اچھا لگا آیان؟" تنزیلہ نے اسکے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں یہاں آیان کو ڈسکس کرنے نہیں آئی تنزیلہ بیگم۔" وہ طنزیہ بولی۔ "مجھے پیسے چاہیے۔"

"تمہارا کریڈٹ کارڈ کدھر گیا؟"

تنزیلہ نے اسکا چہرہ غور سے دیکھا۔اسے میرب کے ایک گال پر ابھار سا نظر آتا تھا۔

"وہ مجھ سے کل کھو گیا۔"

"اچھا۔۔۔" تنزیلہ اٹھی اور الماری کی سیف سے کچھ پیسے نکال کر اسے دیے۔

"اچھا ہوا تم واپس آگئی۔مجھے لگا کل میں نے تمہیں آخری دفعہ دیکھا ہے۔"

"کیا۔۔۔"میرب حیران تھی۔

اسے کیسے پتا چلا۔

"تم کل بھاگنے والی تھی لیکن تم واپس آگئی۔کسی پہ اندھا یقین کرو تو یہی ہوتا ہے۔لیکن اچھا ہوا تم واپس آگئی۔تم چلی جاتی تو مرید تمہارے بنا جی نہیں پاتے۔"

"میں چلتی ہوں۔"میرب اٹھ کر کمرے سے جانے لگی۔

وہ اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں تمہاری دشمن نہیں ہوں میرب۔" تنزیلہ بولی۔

میرب نے نکلتے نکلتے یہ جملہ سن لیا تھا۔وہ وہاں سے نکل کر اپنے کمرے میں آگئی۔

اسکی سانس غیر ہموار ہو رہی تھی۔

"اسے کیسے پتا چلا؟" وہ چلتی ہوئی صوفے پہ گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔

اسے یاد آیا وہ اور علی کس طرح پہلی بار ملے تھے۔ وہ یونیورسٹی کے پہلے دن ملے تھے۔ ملتے ہی باتیں ہوئی، پھر دوستی ہوگئی اور یہ دوستی محبت میں تبدیل ہوگئی۔

پھر وہ یونیورسٹی کے باہر بھی ملنے لگے۔ پھر معلوم ہوا کہ کاشف جو کہ روبی کا کزن ہے، علی کا دوست ہے۔ اسکے بعد وہ چاروں ایک ساتھ بھی ملنے لگے تھے۔

علی اور وہ ایک ساتھ گھومتے، ڈنرز کرتے اور زیادہ تر وقت ایک ساتھ گزارتے۔ یونیورسٹی میں بھی وہ کپل کی طرح مشہور ہوگئے تھے۔

لیکن پھر لڑائیاں ہونے لگی۔ میرب کا غصہ آسمان کو چھوتا تھا۔ روز روز جھگڑا، لڑائی۔ روز نئی ضد زور نئی ناراضگی۔

اور کل جب وہ اسکے ساتھ بھاگ جانا چاہتی تھی تو اس نے اسے تھپڑ مار دیا اور ساری محبت کو ختم کر دیا۔

کیا علی کے دل میں کبھی محبت تھی بھی یا نہیں۔ کیا وہ بس ترس کھا کر ساتھ رہا تھا۔

وہ سوچتی رہی اور آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے۔ کیا محبت ایسے ختم ہو جاتی ہے؟

اس کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔اس نے فون کی بجتی گھنٹی کو نظرانداز کیا لیکن جب وہ کافی بار بجی تو اس نے موبائل اٹھالیا۔

سکرین پہ بڑا سا علی لکھا جگمگا رہا تھا۔اس نے موبائل میوٹ کر دیا۔

"اب کیا چاہتا ہے یہ۔"

وہ آنکھیں بند کر کے اچھے دنوں کو یاد کرنے لگی۔

جب وہ پہلی بار اسکے مووی دیکھنے گئی تھی۔وہ کتنی خوش تھی۔جب علی کے ساتھ شاپنگ کرنے جاتی تھی۔وہ بھی اسکے ساتھ خوش رہتا تھا لیکن کل اس نے میرب کو تھپڑ مارا اور ساری محبت بارش کے پانی کے ساتھ بہادی تھی۔

"وہ مجھ پہ ترس کھاتا تھا۔" وہ بڑبڑائی پھر طنزیہ مسکرائی۔

وہ اٹھی اور باتھ میں لگے واش بیس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔خود کو دیکھنے لگی۔

"کیا مجھ سے وہ محبت نہیں کرتا؟"

اس نے ٹوٹی کھول دی۔اور پانی کے چھنٹے منہ پہ مارنے لگی۔گالوں کے اٹکے آنسو صاف ہو گئے۔اسکی آنکھیں روئی روئی سی لگ رہی گے تھیں۔

گال پر تھپڑ کا نشان نظر آنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔میں بھی زندگی میں آگے بڑھ جاؤ گی۔مجھے نہیں ضرورت اسکے "ترس" کی۔"وہ اپنا عکس دیکھتے ہوئے زخمی سا مسکرائی۔"میں تمہارے بنا زیادہ خوش رہوں گی۔"

وہ ایک نئی زندگی شروع کرنے جا رہی تھی۔

---☆☆☆---

کمیل واپس گھر آیا تو چچی اپنے کمرے میں تھیں اور صلومی کچن میں اپنے لیے نوڈلز بنا رہی تھی۔

"کیسی ہو؟"

صلومی سہم کر مڑی۔

"آپ نے ڈرا دیا مجھے۔"

"سوری میرا مقصد تمہیں ڈرانا نہیں تھا۔" وہ دروازے سے آگے اندر کی طرف چلا آیا۔

"کچھ چاہیے تھا؟"

"نہیں بس پانی پینے آیا تھا۔ تم بتاؤ کیا بنا رہی ہو۔" کمیل نے چولہے پر رکھی ننھی پتیلی دیکھتے ہوئے کہا۔ "اچھا۔۔۔ نوڈلز۔۔۔ مجھے بھی ٹیسٹ کروانا۔"

"آپکے الگ سے بنا دیتی ہوں۔ بیٹھ جائیں۔"

کمیل کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔

"تم فوڈی ہو۔ ہے نا؟ کھانے پینے کا بہت شوق ہے تمہیں۔" کمیل بولا۔ "کبھی چلیں گیں ڈنر پہ۔"

"ڈنر یا ڈیٹ۔۔۔" صلومی سوچتے ہو مسکرائی۔

"جی اوکے۔" وہ خوش ہوتے ہوئے بولی۔

"چلو اوکے۔۔۔ میں اوپر کمرے میں جا رہا ہوں۔ بنا لو تو اوپر آ جانا ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں۔"

وہ اوپر چلا گیا اور جب صلومی اوپر آئی تو وہ موبائل پہ کچھ دیکھ رہا تھا۔

"میں دستک نہیں دے سکی۔ میرے ہاتھ خالی میں تھے۔" وہ بنا دستک دیے اندر چلی آئی تھی۔ "کیا دیکھ رہے ہیں آپ۔"

اس نے نوڈلز اسکے طرف بڑھائے۔

"کچھ نہیں۔۔۔ ماما بابا کی تصویر دیکھ رہا تھا۔ دیکھو کتنے خوش لگ گئے۔ ہیں اس تصویر میں۔" اس نے موبائل کی سکرین اسکی طرف کی۔

"ہاں۔۔۔ بہت خوش لگ رہے ہیں۔" صلومی نے کہا۔ "اور بہت خوبصورت بھی۔"

"انکے گزر جانے کے بعد رحمت منزل میں رہنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔" وہ اداسی سے بتا رہا تھا۔ "تائی ہمیشہ دل جلانے والی باتیں کرتیں اور تایا خاموش سنتے رہتے۔"

"امی بھی بتاتیں ہیں کہ تائی کلثم شروع سے ہی ایسی ہیں۔"

"چھوڑو۔۔۔ مزے کے لگ رہے ہیں نوڈلز۔"

پھر وہ دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے کھانے لگے۔ وہ ایک ساتھ بیٹھے اچھے لگتے تھے۔

صلومی اپنے گزرے ہوئے سالوں کے بارے میں بتا رہی تھی اور کمیل چہرے پہ مسکراہٹ سجائے اسے سن رہا تھا۔

صلومی کو ایک اچھا سننے والا مل گیا تھا۔ ایک دوست جو اسکی ہر بات سننے کو تیار تھا۔

شاید یہ دوستی محبت میں بدلنے والی تھی یا بدل چکی تھی۔

---☆☆☆---

میرب نے الماری کھولی، کپڑے نکالے اور باتھ میں گھس گئی۔ فریش ہو باہر نکلی تو اس کی آنکھوں میں کچھ بدلا سا تھا۔

"زندگی کا نیا باب شروع کرتے ہیں." ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے خود سے ہی سرگوشی کی۔

"ہلیو۔۔۔ آج مل سکتے ہیں۔" اس نے آیان کو کال کی تھی۔

آیان نے پہلی گھنٹی پر ہی کال اٹھالی تھی۔

"ہاں ضرور۔۔۔کہاں ملنا ہے؟"دوسری طرف سے آیان کی آواز سنائی دی۔

"آج رات آٹھ بجے۔"اس نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اس وقت شام کے چھے بج رہے تھے۔

"اوکے میں لینے آجاؤں گا۔"آیان بولا۔"تیار رہنا۔"

اس نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔میں تیار رہوں گی۔اللہ حافظ۔"اس نے کال کاٹ دی۔

موبائل کو ٹیبل پہ رکھ کر وہ دوبارہ اپنا چہرہ دیکھنے لگے۔

اسے چہرے پر ثبت اس نشان کو غائب کرنا تھا۔

---☆☆☆---

علی ہاسٹل کے قریب بنے واک پارک میں سیر کیلئے آیا تھا۔

"یہ میری کال کیوں نہیں اٹھا رہی اب۔۔۔نہ یونیورسٹی آرہی ہے."وہ خود کلامی کر رہا تھا۔"میں نے زیادہ ہی ری ایکٹ کر دیا تھا کل رات۔مجھے معافی مانگنی چاہیے۔"

اس نے ٹراؤزر کی جیب سے اپنا موبائل نکالا اور میرب کا نمبر ملایا۔

"آپ کا ملایا ہوا نمبر اس وقت مصروف۔۔۔۔" خاتون کی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"بلاک کر دیا اس نے۔۔۔ چلو یونیورسٹی تو آئے گی تب مل لوں گا۔" اس نے جیسے خود کو تسلی دی۔

غلطی کرنے کے بعد یا تو انسان اس غلطی کو ٹھیک کر سکتا یہ یا خود کو جھوٹی تسلی دے سکتا ہے۔

---☆☆☆---

کچھ ہیں اداسیاں

اور کچھ ہیں راز گہرے

شام چمن پور پہ بھی اتر چکی تھی۔ رجب اور سلمہ چار پائی پہ بیٹھے تھے۔ مریم کمرے میں بیٹھی اپنی بہن کے کپڑے الگ کر رہی تھی۔ اسے ان کپڑوں کو ایک الگ جگہ پہ رکھنا تھا۔

"پولیس والے نے کیا کہا؟" سلمہ کا گلا رو رو کر خراب ہو چکا تھا۔

"وہ کہہ رہا ہے اسے دو لوگوں پہ شک ہے۔ وہ انکو جلد ہی پکڑ لے گا۔"

سلمہ نے سر ہلایا۔

اسکا بس چلے تو وہ رانی کے قاتلوں کو پکڑ کر انکی ہڈیاں توڑ دے لیکن افسوس وہ بے چاری ماں کچھ نہیں کر سکتی۔

اس گھر سے دور حویلی میں شازیہ بیگم اپنے کمرے میں بیٹھی گڈی سے الماری کی صفائی کروا رہی تھیں۔

وہ کچھ پرانے کپڑے نکلوا کر ایک طرف رکھوا رہی تھیں۔ پرانے پکڑے گڈی اور اسکی ماں لے لیا کرتی تھی۔

چودھری حویلی سے الگ باہر ایک طرف بنے آفس میں بیٹھا تھا۔

"تم لوگ واپس مت آنا۔ اس پولس والے کو شک ہو گیا ہے۔" چودھری موبائل کو کان سے لگائے کسی کو کہہ رہا تھا۔

ثمر اور ثمرہ اپنے اپنے کمروں میں تھے۔

سکینہ کچن میں فریج کھول کر کھڑی تھی۔اس نے حلوے والا ڈبہ نکالا اور ناک نزدیک کر کے سونگھنے لگی۔

"واہ۔۔۔آج تو مزہ آگیا۔"اور وہ وہی زمین پہ بیٹھ کر حلوہ کھانے لگی۔

باہر لان میں مالی پودوں کو پانی دے کر فارغ ہوا تو اس نے جیب سے سیگریٹ نکالا اور اسے جلا کر ہونٹوں میں دبالیا۔

---☆☆☆---

آٹھ بجے تو آیان میرب کو لینے آگیا۔

میرب نے ہلکے گلابی رنگ کی کھلی فراک اور چوڑی دار پہنا ہوا تھا۔چہرے پہ ہلکا سا میک اپ اور بالوں کی پونی ٹیل بنا رکھی تھی۔وہ ہمیشہ ایسے ہی کپڑے پہنتی تھی۔

بادل آسمان پہ چھا رہے تھے۔

"کیسے ہو۔"وہ آگے آیان کے ساتھ بیٹھ چکی تھی۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔کہنا پڑے کا تم بہت خوبصورت ہو۔" وہ بنا بولے نہ رہ سکا۔

"وہ تو میں ہوں ہی۔۔۔کچھ ایسا بتاؤ جو مجھے نہ پتا ہو۔"وہ شوخی سے بولی۔

گاڑی روڈ پہ بھاگنے لگی۔

"تمہاری آنکھوں میں کسی کیلیئے محبت ہے یا شاید کی کی جدائی کا غم۔" وہ سامنے دیکھتا ہوا بولا۔ "ٹھیک کہہ رہا ہوں ہو نا۔"

وہ ایک پل کیلیئے خاموش ہو گئی۔ دل کی دھڑکن بھی جیسے رک گئی تھی۔

"ہاں ہے کسی کی بکھری ہوئی محبت۔" وہ سوچتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

آیان کافی پرکشش نقوش کا مالک تھا۔ اس نے سیاہ سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس نے بائیں ہاتھ میں مہنگی گھڑی پہنی ہوئی تھی اور مدہوش کرنے والی خوشبو لگا رکھی تھی۔

"کہاں جانا ہے؟"

"کسی مہنگے ریسٹورنٹ لے چلو۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور باہر دیکھنے لگی۔

وہ گاڑی کو بھگاتا ہوا شہر کے ایک پوش علاقے کے مشہور رستوران کے سامنے رکا۔ کار پارک کرنے کے بعد وہ اندر چلے آئے۔

کافی فینسی رستوران تھا۔ امیر لوگ خوش گپوں میں مصروف تھے۔

"یہاں ایک ٹیبل ہمیشہ میرے نام سے ریزرو رہتی ہے۔" آیان نے بتایا۔

شو آف۔

"اچھا۔۔۔"وہ نزاکت سے ہنسی تھی۔

وہ ایک ٹیبل پہ آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

بیرہ آیا تو میرب نے لمبا چوڑا آرڈر دے دیا جبکہ آیان نے اپنے لئے صرف سوپ منگوایا تھا۔

"تو کیا شوق ہیں آپکے؟"

"اچھا تو میرے شوق۔۔۔مجھے بزنس پسند ہے۔شوق سے کرتا ہوں اپنا کام اور مجھے اس ریسٹورنٹ کا سوپ بہت پسند ہے۔بہت شوق سے پیتا ہوں۔"

"گریٹ!"(بورنگ انسان)وہ پھیکا کا مسکرائی۔

ویٹر مختلف پکوان میرب کے سامنے سجانے لگا۔ایک طرف میرب کے سامنے بہت سے پکوان سجا دیئے گئے اور سامنے بیٹھے آیان کے سامنے صرف ایک سوپ کا پیالہ تھا۔

"تم یہ سب کھانے والی ہو؟"

"نہیں۔۔۔کہاں۔۔۔میں اتنا نہیں کھاسکتی۔مجھے شوق ہے مہنگے ہوٹلوں میں لمبا چوڑا آرڈر دینے کا۔"وہ ہنسی۔"تھوڑا تھوڑا کھا کر باقی پیک کروالیں گیں۔راستے میں کسی غریب کو دے دیں گیں۔"

"یو ڈو چیریٹی؟"وہ جیسے حیران ہوا تھا۔

"ہاں۔۔۔بہت زیادہ۔جب اللہ نے دیا ہے تو کیوں نہ اسے بانٹا جائے۔"

وہ مسکراتے ہوئے کھانا چکھنے لگی۔

"تم بتاؤ تمہارے کیا شوق ہیں؟"وہ سنجیدہ سی بولی۔"سچ بتانا۔"

"گھومنے کا، میوزک کا اور آرٹ کا بہت شوق ہے."اس بار اس نے دل کی بات بتائی تھی۔

"یہ ہوئی نہ بات۔"

آیان اپنا سوپ ختم کر چکا تھا اور میرب اسے اپنے کباب آفر کر رہی تھی۔اس نے پہلے ایک چکھا اور پھر تین چار کباب کھا گیا۔

"مجھے کھانے کا بھی بہت شوق ہے."وہ ہنسا۔

دونوں نے سارا کھانا ختم کر دیا۔

"تمہیں کھانا پسند ہے تو صرف سوپ کیوں منگوایا۔"

"میں ڈائٹنگ پہ ہوں۔ میرے ٹریز نے منع کیا ہے یہ سب کھانے سے"

"لو جی ڈائٹ کے چکر میں اب بندا کھانا بھی چھوڑ دے۔"

آیان نے پے کیا تو میرب بولی۔

"اب چلو آئس کریم ٹرک سے آئس کریم کھانے چلیں۔"

"اچھا چلتے ہیں۔"

آئس کریم کھانے کے بعد آیان اس گھر چھوڑ گیا۔

انہوں نے کچھ کھانا مزید آرڈر کر کے پیک کروالیا اور راستے میں مانگنے والے بچوں

میں بانٹ دیا تھا۔

"اچھا لڑکا ہے۔" وہ اپنے کمرے میں گھستے ہوئے بڑبڑائی تھی۔

---☆☆☆---

اس دن وقفے وقفے سے کئی بار بارش ہوئی۔ سارا شہر پانی کے میں بھیگا ہوا تھا۔

دو دن بعد میرب اور آیان کی منگنی تھی۔

میرب اور روبی مال میں شاپنگ کرنے آئی ہوئی تھیں۔ میرب نے یونیورسٹی جانا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اس رات علی سے ملنے کے بعد یونیورسٹی نہیں گئی تھی۔ علی کے وجہ سے نہیں کہ اس سے سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ بس پڑھائی چھوڑ رہی تھی۔ عجیب بات ہے نا لیکن وہ میرب تھی۔ وہ ایسے ہی عجیب کام کرتی تھی۔

اسے اب اپنی تعلیم کی پروا نہیں تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ کر زندگی کا نیا باب شروع کرنا چاہتی تھی۔

وہ دونوں ایک شاپ سے باہر نکلیں تو میرب کو علی انکی طرف آتا دکھائی دیا۔

"روبی۔۔۔ تم نے اسے بتایا کہ ہم یہاں ہیں۔" میرب نے بے یقینی سے روبی کو دیکھا۔

"یار۔۔۔ وہ بات کرنا چاہتا تھا بہت اپ سیٹ تھا تمہارے لئے۔" روبی نے صفائی دینے کی کوشش کی۔ "اچھا یار۔۔۔ کر لو بات ایک دفعہ۔"

"آر یو میڈ! میری شادی ہے دو مہینے بعد اور دو دن بعد منگنی ہے۔"

علی انکے قریب پہنچ چکا تھا۔

علی کی آنکھوں میں شکایت تھی۔

"اسکو کہو چلا جائے یہاں سے۔" میرب نے غصے سے روبی کو گھورا۔

"میرب ایک بار بات سن لو۔"

"شٹ اپ! چلے جاؤ یہاں سے ورنہ میں اپنے منگیتر کو کال کر کے بلا لوں گی اور وہ تمہاری ہڈی پسلی ایک کر دے گا۔" میرب نے انگلی دکھا کر دھمکی دی تھی۔ "چلے جاؤ ورنہ۔۔۔"

"ایک بار سن لو۔" روبی ہمدردی سے بولی۔

"روبی تم بھی چلی جاؤ۔" میرب نے غصے سے دیکھا اسے۔

میرب مڑی اور تیز تیز چلتی ہوئی وہاں سے نکل آئی۔ وہ لفٹ پہ سوار ہوئی اور نیچے والے فلور پہ آ گئی۔

وہ تیز تیز چل رہی تھی کہ اچانک ایک لڑکی سے ٹکرا گئی۔

"سوری۔۔۔" میرب ایک پل کیلیئے رکی۔

ٹکرانے والی لڑکی معصوم اور پیاری سی تھی۔

"صلومی چلیں۔" ایک لڑکے نے اس لڑکی کو پیچھے سے آواز دی تھی۔

لڑکی نے ایک نظر پیچھے کھڑے لڑکے کو دیکھا۔

"کوئی بات نہیں۔" اس لڑکی نے کہا اور لڑکے کی جانب بڑھ گئی۔

---☆☆☆---

وہ کافی دن سے مال جانے کا سوچ رہے تھے اور آج ہو بھی آئے تھے۔ صلومی نے اپنے لئے آسامنی رنگ کی فراک خریدی تھی جو کہ وہ اب پہن کر امی کو دکھا رہی تھی۔

چچی اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

"بہت پیارا رنگ ہے۔۔۔ پیاری لگ رہی ہو۔" چچی نے کہا۔

شام کا وقت تھا اور بادل ابھی تک گئے نہیں تھے۔ کمیل اپنے کمرے میں بیٹھا اپنے کسی دوست سے بات کر رہا تھا۔ شاید کاشف تھا کال پہ۔

بات کرنے کے بعد اٹھا اور باہر گلی میں آگیا۔ وہ ساغر سے ملنا چاہتا تھا کام کے سلسلے سے۔ اس روز جب وہ ملے تھے تو ساغر نے اپنے کام کے متعلق بھی بتایا تھا۔

وہ ساغر کے بتائے پتے کی طرف چل دیا، یہ سوچ کر کے شاید اس سے ملاقات ہو جائے۔

"نمبر لے لینا چاہیے تھا اسکا۔" کمیل نے سوچا۔

---☆☆☆---

چمن پور والے رانی کی موت کو بھلا چکے تھے۔ یاد تھا تو صرف اسکے گھر والوں کو۔ اسکی ماں کو، اسکے باپ اور اسکی چھوٹی بہن مریم کو۔

فلک نے چودھری کے ملازموں کو پکڑنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ دور کہیں بھاگ چکے تھے۔

حویلی میں شازیہ بیگم کچن میں کھڑی کسی دعوت کی تیاری کروا رہی تھی۔

چودھری اپنے کمرے میں بیٹھا کسی کو کال پہ گالیاں سنا رہا تھا۔

دور کہیں فلک اپنے آفس میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا جب مٹیار گل چائے کا کپ پکڑے اندر داخل ہوا۔

"قاتل تین لوگ ہیں۔۔۔" فلک نے پر سوچ انداز میں کہا۔

"کیا جناب؟"

مٹیار رانی کے ساتھ زیادتی تین لوگوں نے کی تھی لیکن نوری نے دو آدمیوں کو دیکھا تھا اور گاؤں سے فرار بھی وہ دو ہی ہیں۔ اسکا مطلب سمجھتے ہو؟" فلک نے جوش سے کہا۔ "تیسرا قاتل ابھی بھی گاؤں میں ہی ہے۔ ہمیں اس تیسرے کو پکڑنے پہ زور دینا چاہئے۔ تیسرا پکڑا گیا تو باقی دو خود ہی پکڑے جائے گیں۔"

"جی جناب۔۔۔" مٹیار گل بولا۔ "لیکن شروع کہاں سے کریں؟"

"احسان سے۔۔۔ کل اسے تھانے بلاؤ۔"

مٹیار گل مسکرایا۔ وہ شروع سے ہی احسان کو تھانے بلوانا چاہتا تھا۔

---☆☆☆---

کمیل گلی میں کافی آگے نکل آیا تھا جب ساغر اسے ایک گھر سے نکلتا ہوا دکھائی دیا۔

کمیل نے ہاتھ اٹھا کر اسے اشارہ کیا جسے ساغر نے دیکھ بھی لیا تھا۔

"آج اچانک کیسے یاد آتی۔" ساغر اسکے قریب چلا آیا۔

"بس آگئی۔۔۔بیٹھ کر بات کریں۔" کمیل مسکرایا۔

"اندر بیٹھتے ہیں۔" ساغر نے گھر کی طرف اشارہ کیا۔

دونوں اندر آگئے۔ یہ چھوٹا سا ڈرائنگ روم تھا۔ ایک طرف صوفے تھے اور دوسری طرف لکڑی کی کرسیاں، درمیان میں میز تھی۔

کمیل سنگل صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"بیٹھو میں چائے بنا کر لاتا ہوں۔" ساغر باہر نکل گیا۔

کمیل آس پاس دیکھنے لگا۔ دیواروں پہ ساغر کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔

"کیسے ہو بیٹا۔" ایک زنانہ آواز کمیل کے کانوں سے ٹکرائی۔ دروازے پہ ایک عورت کھڑی تھی۔ کمیل کیلئے نا معلوم سا چہرہ، وہ ساغر کی امی تھی۔

"اسلام و علیکم خالہ۔۔۔میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں۔" کمیل نے کھڑے ہوتے ہوئے ادب سے کہا۔

"بیٹھو بیٹھو۔۔۔ساغر چائے اچھی بناتا ہے اسی لئے میں اسے بنانے دے رہی ہوں۔"انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کمیل بیٹھ گیا۔

"اچھا بیٹا تم دونوں بیٹھو۔۔۔مجھے کچھ کام ہے۔"وہ اتنا کہہ کر چلی گئیں۔

ساغر ٹرے لئے اندر آرہا تھا۔

"تو پھر بتاؤ کیا بات کرنا چاہتے تھے۔"ساغر نے کپ اسکی طرف بڑھایا۔

"تم بتارہے تھے اپنے باس کے بارے میں۔۔۔جہاں چودھری۔۔۔بتاؤ اسے ابھی بھی کام کیلئے آدمی کی ضرورت ہے؟"

"ضرورت تو ہے لیکن تم کیسے کروگے وہ کام۔۔بہت خطرناک کام ہے۔"

"کرلوں گا۔تم اپنے باس سے بات کرنا اور ملاقات کا بندوبست کرنا۔"کمیل بولا۔

"باقی وہ مجھے ضرور رکھ لے گا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔اور بتاؤں کیسے ہو۔"

"ٹھیک ہوں۔۔۔تم بتاؤ۔"

کمیل نے چائے کا کپ پکڑا اور لبوں سے لگایا۔

"چائے اچھی بنا لیتے ہو۔" کمیل نے تعریف کی۔

---☆☆☆---

میرب گھر پہنچی تو شدید غصے میں تھی۔ اسے روبی پہ غصہ تھا۔ اسے علی سے نفرت ہونے لگی تھی۔

جن سے سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے، ان سے پھر نفرت بھی اسی شدت سے ہی ہوتی ہے۔

"کرلی خریداری؟" لونگ روم میں مرید صاحب اور تنزیلہ بیٹھے تھے۔

میرب نے چہرے کا نارمل کر لیا۔

"جی۔۔۔ تنزیلہ کل چلو گی میرے ساتھ؟" میرب نے مرید صاحب کو سر ہلا کر "جی" کہا اور خاموشی بیٹھی تنزیلہ سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ہاں ضرور۔" تنزیلہ حیران ہوئی تھی۔

یہ پہلی بار جب میرب نے تنزیلہ کو کہیں ساتھ چلنے کیلئے پوچھا تھا۔

"اچھا بابا میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔" وہ کہہ کر اوپر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

مرید صاحب مسکرا دیئے۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

پیچھے تنزیلہ ابھی تک حیران تھی۔

خوشگوار حیرانگی۔

---☆☆☆---

ساغر کے ساتھ کافی دیر بیٹھنے کے بعد کمیل واپس گھر آ گیا تھا۔

"کمیل بیٹا۔۔۔" چچی نے اپنے کمرے میں بلایا۔ "آیان کی طرف سے ایک دعوت نامہ ملا ہے ڈاک کے ذریعے۔ وہ چاہتا ہے ہم اسکی منگنی میں شامل ہو۔"

"تو آپ جانا چاہتی ہیں؟" کمیل نے پوچھا۔

وہ انکے سامنے کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"تمہیں بھی بلایا ہے۔وہ جانتا ہے تم یہاں ہو۔"وقفہ۔"اتنا کچھ ہو جانے کے بعد مجھے نہیں لگتا ہمیں جانا چاہیے۔"

"نہیں چچی ہم جائیں گیں۔آیان سے کچھ بات بھی کرنی ہے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا۔۔۔دو دن بعد ہے منگنی،رحمت ہاؤس میں۔"

وہ تھوڑی دیر انکے ساتھ بیٹھ کر اوپر کمرے میں آ گیا۔صلومی اسکے کمرے کی صفائی کر رہی تھی۔

"کتنی بار کہا ہے نہ کیا کرو یہاں کی صفائی۔۔۔مجھے اپنا کمرہ خود صاف کرنا اچھا لگتا ہے۔"اس نے نرمی سے کہا۔"مجھے اچھا نہیں لگتا تمہارا یوں میرے کام کرنا۔"

صلومی کے شیشے کو صاف کرتے ہاتھ رکے۔

"مجھے بھی اچھا لگتا ہے آپکا کمرہ صاف کرنا۔۔۔"وہ کہہ کر الماری میں کپڑے سیٹ کرنے لگی۔

وہ قدم قدم چلتا اسکے قریب آ گیا۔

"کہنا کیا چاہتی ہو۔"

سہ گوش
(از زین علی)

وہ بیڈ پہ رکھے کپڑے اٹھا اٹھا کر الماری میں سیٹ کر رہی تھی۔

"بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کے دراز میں ، میں نے کچھ رکھا ہے آپ دیکھ لیجیئے گا۔" وہ کپڑے رکھ کر کمرے سے چلی گئی۔

کمیل کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر ایک دم اٹھا اور اس نے دراز کھولا۔ وہاں ایک تہہ شدہ کاغذ کے سوا کچھ نہیں تھا۔

اس نے وہ کاغذ نکالا اور کھول کر دیکھنے لگا۔

"عجیب لگ رہا ہے لکھتے وقت۔۔۔" اس نے پہلی سطر پڑھی۔ وہ یہ لکھائی پہنچانا تھا۔ یہ صلومی کی لکھائی تھی۔ (صلومی نے چند روز پہلے راشن کی لسٹ بنا کر دی تھی۔ اس لئے وہ لکھائی پہچانتا ہے۔)

"جب آپ یہاں رہنے آئے تھے۔ اس وقت آپ مجھے بلکل بھی اچھے نہیں لگے تھے۔ کیونکہ کوئی اتنے عرصے بعد اچانک آجائے تو تھوڑا عجیب لگتا ہے۔ جب میں نے امی سے پوچھا تو انہوں نے کہا آپ کو ہماری ضرورت ہے۔ اس لئے آپ یہاں رہے گیں کچھ دن۔ پھر آپ نے میری چائے کو بے کار کہا اور چائے بنانا

سکھائی۔ پہلی بار دھڑکن تب تیز ہوئی تھی میری۔ پھر ہماری باتیں ہونے لگیں۔ ہم بازار گئے۔ ہماری دوستی ہو گئی۔ ہم نے ساتھ میں گول گپے کھائے۔ کئی کئی گھنٹے بیٹھ کر کتابوں اور کہانیوں کی باتیں کرتے رہے۔ ہم پھر مال بھی گئے تھے۔ ناشتہ ساتھ کرتے رہے ہیں۔ ڈنر اور نوڈلز جو ہم بارش کے وقت کھاتے تھے۔ مجھے لگتا ہے۔۔۔"

وہ پڑھتے ہوئے رکا۔ اس نے ایک نظر دروازے کی طرف دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے۔ لیکن میں ڈرتی ہوں کہ آپ صرف مجھے کزن سمجھتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے میں یہ بات آپکے سامنے کروں گی تو آپ مجھے ایک دو لگا دیں گیں۔ اگر آپ کے دل میں ایسا کچھ نہیں ہے تو آپ اس خط کو نظر انداز کر دیں اور صبح ناشتے میں چائے نہیں پیئے گیں۔ میں سمجھ جاؤں گی آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔ امی کو مت بتائیے گا ورنہ وہ ناراض ہو گیں مجھ سے۔"

کمیل نے اس تحریر چار پانچ بار پڑھا۔ اسکے چہرے پہ سنجیدگی، محبت اور خوشگوار حیرت کے ملے جلے تاثرات تھے۔

وہ اٹھا اور بیگ میں اپنے کپڑے پیک کرنے لگا۔اس نے اپنے سارے کپڑے، جوتے بیگ میں بھرنے کے بعد الماری کے اندر دیکھا۔

ایک ڈبہ الماری میں تھا۔جوتوں والا ڈبہ۔اس نے وہ کاغذ اس ڈبے میں رکھ دیا۔

وہ نیچے آیا۔اسے چچی سے ایک اہم بات کرنی تھی۔

کمیل اسکا خط پڑھ کر چچی کے کمرے میں گیا تھا۔صلومی اس بات سے بے خبر اپنے کمرے میں بیٹھی رسالہ پڑھنے میں مصروف تھی۔

ناجانے اس کہانی میں آگے کیا ہونے والا تھا۔

---☆☆☆---

اگلی صبح مٹیار گل نے فلک کے آنے سے پہلے ہی احسان کو بلا لیا تھا۔احسان بے چین سا بیٹھا تھا جب فلک تیار ہو کر تھانے آیا۔

"مٹیار گل اسکا خون نکال لو تھوڑا۔" فلک نے اپنے آفس میں گھستے ہوئے کہا۔

مٹیار گل نے اسکا خون نکالا اور اسے اندر بھیج دیا۔

"جناب میرا خون کیوں لیا گیا ہے؟"

فلک نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"رانی کے ناخنوں میں خون کے تین الگ الگ نمانے ملے تھے۔ مجھے تم پہ شک ہے۔" فلک نے انگلی اٹھا کر کہا۔ "اور خبردار! اگر تم نے گاؤں سے کہیں جانے کی کوشش کی۔"

"اب بتاؤ تم کہاں تھے جب رانی کی لاش ملی۔"

"جناب میں مٹیار گل کو بھی بتا چکا ہوں میں اپنے ابو کے ساتھ کھیتوں میں تھا۔"

احسان نے سنجیدگی اور چھپے ہوئے غصے میں کہا۔ "میں نے اسے نہیں مارا۔ اس سے محبت تھی مجھے۔" اسکا لہجہ روہانسی ہو گیا تھا۔

"اکثر قاتل محبت کرنے والے ہی نکلتے ہیں۔" فلک بولا۔

"صاب میں ایسا لڑکا نہیں ہوں۔۔۔ کسی سے بھی پوچھ لیں۔ میں شریف انسان ہوں۔" احسان اپنی صفائی میں بولا۔ "میں نے اسے مارنا ہوتا تو پہلے ہی مار دیتا جب وہ مجھ سے ملنے آتی تھی۔ لیکن صاب میں نے نہیں کیا قتل اسکا۔"

فلک نے غور سے دیکھا۔ وہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ یہ سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔

"اچھا جاؤ تم۔۔۔ گاؤں چھوڑ کر مت جانا۔" فلک نے باہر جانے کا اشارہ کیا۔

"جناب ڈی این اے سے تو معلوم ہو جائے گا اگر یہ بھی قاتلوں میں شامل ہوا تو۔"

مٹیار گل اندر آیا تھا۔

"ہوں۔۔۔ جلد سب پتا چلنے والا ہے۔" فلک گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔

---☆☆☆---

میرب اور تنزیلہ شاپنگ مال سے واپس آئیں تو مرید صاحب لان میں کل کی

تقریب کی تیاریاں کروا رہے تھے۔

میرب اور تنزیلہ کی بات چیت شروع ہو گئی تھی۔ شاید میرب کا دل نرم ہو گیا تھا۔

زندگی بدل جاتی ہے، کچھ حادثوں کے بعد۔

میرب کی زندگی بھی کچھ دنوں میں بدل گئی تھی۔

مرید ہاؤس سے دور کمیل اپنے کمرے میں بیٹھا اپنے لیپ ٹاپ پہ کام کر رہا تھا اور

صلومی نیچے اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔ کمیل ناشتہ کرنے نیچے نہیں آیا تھا جسکی وجہ

سے صلومی کا چہرہ لٹکا ہوا تھا۔

شام ہوئی تو کمیل نیچے آیا اور چچی کو سلام کے باہر نکل گیا۔ صلومی کو جیسے اس نے نظر انداز کر دیا تھا۔

قمر گھرانہ سے دور مرید ہاؤس میں تیاریاں چل رہی تھیں۔

میرب تنزیلہ کے کمرے میں اپنا میک اپ اور جیولری ڈسکس کر رہی تھی۔

مرید صاحب نے یہ دیکھ کر سکھ کا سانس لیا تھا کہ انکی بیٹی اور دوسری بیوی کی دوستی ہو رہی تھی۔

---☆☆☆---

شام ہوئی تو قمر گھرانہ میں رہنے والے تیار ہو کر مرید ہاؤس پہنچ گئے۔ کمیل رینٹ کار لایا تھا۔

آج آیان اور میرب کی منگنی تھی۔

سب مہمان لان میں تھے، خوش گپوں میں مصروف میں۔ صلومی اور کمیل ایک ٹیبل پہ بیٹھے مشروب پی رہے تھے۔

صلومی نے وہی آسمانی رنگ کی فراک پہنی ہوئی تھی جبکہ کمیل نیلے سوٹ میں ملبوس تھا۔

اسٹیج پہ میرب گلابی رنگ کے موتیوں سے سجی فراک پہنے ہوئے کھڑی تھی۔اسکے ساتھ آیان کھڑا سیاہ سوٹ میں ملبوس بہت پُر کشش لگ رہا تھا۔

میرب کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

وہ اسٹیج پر آئے سب لوگوں کو خوشی سے مل رہی تھی۔

روبی سامنے کھڑی میرب اور آیان کی تصویریں بنا رہی تھی۔

رضا صاحب اور مرید صاحب کسی بات کو ڈسکس کر رہے تھے۔ تنزیلہ ویٹر کو کچھ سمجھا رہی تھی۔کلثوم بیگم کسی مہمان کے ساتھ کھڑی اپنی تعریفوں کے پل باندھ رہیں تھیں۔

چچی شمیم کسی مہمان رشتے دار سے بات کر کے کمیل اور صلومی والے ٹیبل پہ آ گئیں۔

صلومی نے ایک عرصے کے بعد آیان کو دیکھا تھا۔

وہ بہت زیادہ بدل گیا تھا۔

کمیل کل سے صلومی کو نظر انداز کر رہا تھا۔

صلومی ہلکے میک اپ میں بہت پیاری لگ رہی تھی جبکہ کمیل کے چہرے پہ سنجید گی تھی۔

کچھ دیر بعد انگوٹھی والی رسم کر دی گئی اور پھر اسکے بعد کھانا کھول دیا گیا۔

کمیل اسٹیج پہ آیان کے ساتھ کھڑا تھا۔ کمیل بظاہر مسکرا رہا تھا۔

پس منظر میں کوئی گانا چل رہا تھا۔

لوگ کھا پی رہے تھے۔

"تم نے مجھے مارنے کی کوشش کی لیکن دیکھو میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔" کمیل بولا۔

آیان نے کمیل کو مارنے کوشش کی تھی۔ یہ ہمارے لئے ایک نیا انکشاف ہے۔

اس نے کیوں مارنے کی کوشش کی ہو گی۔

"تمہارا مقصد کبھی پورا نہیں ہو گا۔" کمیل نے دبے دبے غصے سے کہا۔"تمہارے باپ نے میرے ماں باپ کو قتل کروادیالیکن اب تم مجھ سے پیچھا نہیں چھڑوا سکتے۔"

آیان نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔ایک دم سے جیسے آیان کے چہرے پہ کچھ بدلا،وہ پہلے جیساپر کشش نہیں لگ رہا تھا۔

کمیل کو وہ کسی حیوان کی طرح لگا۔

"ٹھیک ہے بھائی۔تم مجھے پولس کے حوالے کروادو۔"آیان مسکرایا۔اسکی مسکراہٹ کمیل کو زہر لگی۔

تو کمیل سچ کہہ رہا تھا۔آیان اسکی کہانی کا ولن ہی تھا۔

"میں جانتا ہوں تم لوگوں کا مقصد کیا ہے۔میں یہ بھی جانتا ہوں تمہارے باپ نے ہی قمر چچا کو مروایا تھا۔" کمیل کی آنکھوں میں جیسے آگ تھی۔"تم اپنے انجام کے بہت قریب ہو۔۔۔آیان رضا۔"

وہ اتنا کہہ کر اسٹیج سے اتر آیا۔

آیان زہر آلودہ نظروں سے اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

"یہ کون تھا؟" میرب روبی سے بات کر کے اسکی طرف مڑی۔

"بھائی۔۔۔ یہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔" آیان نے زخمی مسکراہٹ چہرے پہ سجالی۔

کمیل تیز تیز چلتا ہوا صلومی اور چچی تک آیا۔

"چلیں؟" وہ گمبھیر لہجے میں بولا۔

"ہاں چلتے ہیں مجھے بھی اچھا نہیں لگ رہا۔" چچی شمیم نے کلثوم بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ سب مرید ہاؤس سے نکل آئے۔ کار میں بیٹھے اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

صلومی کمیل کے ساتھ آگے بیٹھی ہوئی تھی اور شیشے سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"چچی میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں بولو بیٹا۔"

"چچی۔۔۔ یہ بہت غیر مناسب بات لگے گی۔۔۔ لیکن میں صلومی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" کمیل نے ایک نظر صلومی کو دیکھا۔

چچی جو کہ پیچھے بیٹھی تھیں حیرانگی سے کمیل کی سیٹ کی پشت کو دیکھنے لگیں۔

صلومی نے بھی کمیل کی طرف دیکھا۔اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

"مجھے بھی یہی لگتا ہے۔میں تم سے یہ بات کرنا چاہتی تھی۔"

صلومی کا دل تیز رفتار سے دھڑک رہا تھا۔

"میں بھی اسکا نکاح تم سے کروانا چاہتی تھی۔"چچی نے اداس سی خوشی سے کہا۔

"لیکن تم جا رہے تھے اس لئے میں نے یہ بات نہیں کی۔"

کیا کمیل جا رہا تھا؟صلومی اس بات سے بے خبر تھی۔

اچھا تو صبح جب کمیل چچی سے بات کرنے گیا تھا، یہاں سے جانے کی بات کرنے کیلئے گیا تھا۔

"میں نے ارادہ بدل لیا۔میں آپ لوگوں کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔"

صلومی کی آنکھوں میں خوشی چمکنے لگی۔

"بدلا لینے والے محبت نہیں کیا کرتے۔"دل کی آواز کمیل کے ذہن میں گونجی۔

"میں نہیں جانتا کیا ہو گا لیکن مجھے خوش رہنے کا پورا حق ہے۔" اس نے دل کو سمجھانا چاہا۔ "میری زندگی صلومی کے آنے سے حیسن ہو جائے گی۔"

"جو مرضی کرو لیکن بعد میں مجھے نہ رونا سنانا۔" دل بے حسی سے بولا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا۔"

"ہم گھر پہنچ کر کرتے ہیں بات بیٹا۔" چچی کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

صلومی شرماتی ہوئی باہر دیکھ رہی تھی۔

---☆☆☆---

آیان اپنے کمرے میں بیٹھا گہری سوچ میں کھویا ہوا تھا۔

کمرے کی ساری بتیاں بند تھیں سوائے ایک لیمپ کے۔

اسکا چہرہ آدھا نظر آرہا تھا اور آدھا اندھیرے میں تھا۔

"اسکا کچھ کرنا پڑے گا۔ ورنہ یہ ہمیں برباد کر دے گا۔" اس نے خود سے ہی کہا۔

"ہاں۔۔۔ اسکا حل ہے میرے پاس۔"

رات گہری ہو رہی تھی۔ آنے والے دن مزید گہرے ہونے والے تھے۔

"اب ہو گا کھیل شروع۔۔۔ڈیئر بھائی۔۔۔ کمیل رضوان رحمت۔"

وہ آگے کو ہوا۔لیمپ کی روشنی اسکے چہرے پر پڑی۔

"اور یہ کھیل اس بار ختم ہو جائے گا۔"

وہ ہنسا تھا۔یہ زہریلی ہنسی تھی۔

---☆☆☆---

(جاری ہے)